جہاد فرض عین یا فرض کفایہ؟

تحریر: ڈاکٹر حاجی ولی محمد، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، خواجہ فرید کالج رحیم یار خان

کیا اسلام جنگجویانہ مذہب ہے: عنوان کے سوال پر بحث یا جواب دینے سے قبل ضروری ہے کہ یہ شبہ اور اعتراض دور کردیا جائے کہ اسلام جنگ جویانہ مذہب نہیں اور نہ اس دعوی میں کوئی حقیقت ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے بلکہ اسلام اللہ کا دین ہے:

"ان الدین عند اللہ الاسلام(آل عمران:۱۹)

اور اللہ رب العالمین ہے زمین و آسمان کا خالق ہے مالک ہے اس کا دین دین حق ہے اور اس کے سوا ہر دین باطل ہے اور غلط ہے کیونکہ ہر دین انسانی خواہشات کا شاخسانہ ہے اور انسانی خواہشات میں کبھی اعتدال نہیں ہوتا بلکہ جو نظام بھی انسانی خواہشات کی بنیاد پر پروان چڑھے گا اس کا خمیر ظلم و بربریت سے اٹھے گا اور زمین کے مالک کو اپنی زمین میں ظلم و بربریت گوارا نہیں اس لئے اس نے انبیاء علیہم السلام کو اور آخر میں حضور خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دین حق دے کر بھیجا جو دین فطرت ہے جس فطرت پر اللہ تعالی نے انسان کو پیدا فرمایا ہے:

"فطرۃ اللہ الذی فطرالناس علیھا (روم:۳۰)

چونکہ فطرت میں عدل واحسان کا داعیہ موجود ہے۔ لہذا دین فطرت کا مزاج یہ ہے کہ وہ انسان کی تربیت عدل و احسان کے نہج پر کرتا ہے۔عدل واحسان اور ظلم و بربریت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دونوں یکجا جمع نہیں ہوسکتے۔ عدل واحسان آئیں گے تو ظلم وجور کو مٹنا ہوگا اور اگر ظلم جور غالب آیا تو عدل واحسان منفی ہوجائیں گے مثلاً دور حاضر ہی کی مثال لے لیں اس وقت پوری روئے زمین پر دین باطل کا تسلط ہے لہذا آپ پوری روئے زمین پر ایک انچ جگہ ایسی نہیں دکھا سکتے جہاں نظام باطل نے وحشت و بربریت کا بازار گرم نہ کر رکھا ہو، اور جہاں انسانیت ظلم کے شکنجے میں سسک سسک کر دم نہ توڑ رہی ہو، نظام باطل کے مختلف نام ہیں: جمہوریت، جنگل کا قانون، جس کی لاٹھی اس کی بھینس، جس کے گلے میں پوری آئے پھانسی اسی کو دے دو، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے زمین و آسمان اس لئے پیدا نہیں کئے کہ ہوس پرستوں کا ٹولہ انسانی جان ومال و آبرو سے کھیلتا رہے ستر انوں کا گروہ اپنی تعیش سامانی کیلئے تمام بنی آدم کے چین اور سکون کو داؤ پر لگادے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"خلق اللہ السموات والارض بالحق" (اللہ تعالی نے آسماں و زمین حق کیلئے پیدا کئے ہیں (زمر:۵)

حق سے باطل خوفزدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
"جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کا زهوقاً"(بنی اسرائیل:۹۱)
(حق آیا اور باطل بھاگ گیا- باطل کو تو آخر بھاگ جانا ہی تھا)-

باطل جب خوفزدہ ہوتا ہے تو حق کا راستہ روکنے کیلئے ظلم و بربیریت کے نئے ریکارڈ قائم کرتا ہے، بوسنیا، کوسوو، کشمیر، برما، فلسطین، چیچنیا، وغیرہ اس کی درندگی کی زندہ مثالیں ہیں لیکن باطل کے یہ ہتھکنڈے حق کی راہ کھوٹی نہیں کرسکتے- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
"هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون"(توبہ:۳۳)
(اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ دین حق کو تمام دینوں پر غالب کردے مشرکوں کو خواہ کتنا ہی برا لگے)

اور آج کی بات نہیں بلکہ باطل کو جب بھی مہلت ملی ہے تو اس نے اپنی سفاکی وخونخواری میں نہایت بھیانک درندہ ہونے کا ثبوت دیا-دلیل مطلوب ہو تو دور نبوی ﷺ کی سپر طاقتوں روم وفارس کے جورو استبداد کی داستانیں پڑھیں، چنگیز خان کی یلغار کا مطالعہ کریں، ہندوستان پر برطانوی بربریت اور دیگر ممالک پر فرانس، ہالینڈ اور جاپان کی درندگی اور شمالی ریاستوں پر سوویت یونین کا جہنم زار تسلط، خدارا غور فرمائیں جو رب العالمین زمین و آسمان کا مالک ہے- کیا وہ مخلوق کا جینا حرام کرنے والے ان ظالموں کے حضور اور مظلوموں، زیردستوں کیلئے زمین کو جہنم زار بنانے والے ان درندوں کے حضور آداب بجالا کر منت سماجت سے عاجزانہ اپیل کرے گا؟ کہ اے آقایان اہل زمین! خدارا اب زمین والوں کو معاف فرمادو اور بے چاروں پر مزید ظلم نہ ڈھاؤ- ! ہرگز نہیں! وہ رب العالمین ہے:
"هوالقاهر فوق عباده"(انعام:۱۸) (وہ اپنے بندوں پر غالب ومسلط ہے)
اس کے سامنے ان ظالموں کی کیا اوقات ہے-

اس کی تخلیق سے وجود پا کر اس کی زمین پہ رہ کر اس کا رزق کھا کر ان بندوں پر ظلم ڈھائیں اور اس کی نافرمانی کرکے اس کے مقابلہ پر اتر آئیں؟ تو بتائیں یہ کس سلوک کے مستحق ہیں؟ بجا فرمایا اللہ تعالیٰ نے:
"قاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله لله"(انفال:۳۹)
(ان سے جنگ کرتے رہو اس وقت تک جب تک فتنہ مٹ نہیں جاتا اور جب تک زمین پر پورا دین اللہ کا نہیں ہوجاتا)

بتائیے اس میں کونسی نامناسب بات کہہ دی؟ اگر لفظ قتال سے وحشت محسوس ہوتی ہے تو آپ پوری انسانی تاریخ کا جائزہ لے کر کوئی سی ایسی تدبیر بتائیں جو فتنہ مٹادینے میں کبھی کامیاب ہوئی ہو۔ اگر ایسی کوئی تدبیر کسی کی دانست میں ہے تو وہ منظر عام پر لائے اور بنی نوع انسان پر احسان فرمائے۔اور یادرکھئے اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ:

"قاتلوهم حتى يكون الناس كلهم مسلمين"

کہ تم ان سے برسر جنگ رہو جب تک کہ تمام لوگ مسلمان نہ ہوجائیں) اس کے بجائے یہ فرمایا گیا ہے کہ "اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک فتنہ نہیں مٹ جاتا" اگر فتنہ مٹانے کیلئے جنگ کرنے پر بھی اعتراض ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اعتراض کرنے والوں کے گھروں کو آگ لگانے دی جائے مسلمان بچوں کو ذبح کرنے دیا جائے مسلمان دوشیزاؤں کی آبرو لوٹنے دی جائے مسلمانوں کے دین کا مذاق اڑانے دیا جائے۔ اور مسلمان چاہیں تو ہم قرار داد پاس کرنے سے انہیں نہیں روکیں گے! لیکن اگر ایڈوانی کی اس سفاکی کے جواب میں مسلمان جنگ کا خیال دل میں لائیں تو اس کا مطلب ہے کہ ان کا مذہب جنگ جویانہ ہے۔ تمام ارباب باطل کا فلسفہ یہی ہے اور ہم اپنی ذہنی مرعوبیت کی بنا پر انہی کی بولی بولنے لگ جاتے ہیں۔

غرض اسلام اللہ کا دین ہے اور یہی دین حق ہے اور اس کے سوا انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے دین میں جو سب کے سب باطل ہیں۔ لہذا اللہ تعالی کو اپنی زمین پر باطل دینوں کا چلنا گوارا نہیں لہذا وہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کرکے رہے گا اور ظاہر ہے کہ یہ قراردادوں سے نہیں ہوگا بلکہ بزور شمشیر باطل کو اللہ کی زمین سے بے دخل کرنا ہوگا اور اللہ کا دین نافذ کرکے ظلم کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ یہ کیسی بچگانہ بات ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ یہ کہنے والے عقل کے بیوپاریوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ دین تلوار سے نہیں پھیلا۔ تلوار سے منافقت وجود میں آتی ہے یعنی لوگ ڈر کے مارے بظاہر مان لیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسا ماننا محض عارضی ہوگا۔ تلوار تھمے گی تو ماننا بھی ختم ہوجائے گا۔ مثال کے طور پر روس کے جبر کو دیکھ لیں کہ ستر سال تک اس نے بزور شمشیر مسلمانوں کو دین سے منحرف کرنے اور کمیونسٹ بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ مساجد ختم کردیں گئیں، نماز پڑھنا قابل تعزیر جرم قرار پایا۔ قرآن کی ایک آیت تلاوت کرنے یا کلمہ پڑھنے پر بارہ سال قید کی سزا اور دوسرے کو پڑھانے پر سزائے موت جیسے ظالمانہ قوانین نافذ کئے گئے لیکن جونہی گرفت ڈھیلی ہوئی تو اسلام سے ان کی والہانہ محبت کے حیرت انگیز مناظر دیکھنے میں آئے، بوسنیا اور کوسوو کو دیکھ لیں انہی بھی روس ہی کے مانند یوگوسلاویہ کے درندہ

صفت حکمرانوں نے پون صدی تک اسلام سے بیگانہ رکھا اور وہ بیچارے کلمہ تک نہیں جانتے انہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن وہ جان و آبرو کی بازی لگا رہے ہیں گھر لٹوا رہے ہیں بچے ذبح کروا رہے ہیں۔ اس سب کچھ کے باوجود وہ اسلام کی نسبت سے دستبردار ہونا گوارا نہیں کرتے، خدارا بتائیں! یہ نتائج تلوار سے پھیلے ہوئے اسلام کے ہوتے ہیں؟ تاتاری وحشی درندے بن کر ابھرتے ہیں انہیں مسلمان کے نام سے بیر ہے۔ مسلمانوں کا خون بہانا ان کا محبوب مشغلہ ہے ان کے ظلم و بربریت کی خونچکاں داستان سے کون واقف نہیں۔ تلوار ان کے ہاتھ میں ہے مسلمان ان سے جان کی امان مانگتے ہیں وہ حاکم ہیں اور ظالم حاکم ہیں اور مسلمان محکوم ہیں مظلوم ہیں لیکن یہ پھر کیا ہوا؟ کبھی کسی نے غور کیا؟ کہ تاتاریوں پر کونسی تلوار چلی تھی کہ وہ مسلمان ہوگئے؟ ابھی ان کی تلوار اسلام کو مٹانے کیلئے چل رہی تھی اور اب وہی تلوار اسلام کی حمایت و نصرت میں چل رہی ہے! دراصل جب لوگ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو عقل کو تالا لگا دیتے ہیں ورنہ یہ کوئی پہیلی نہیں جو بوجھنی پڑے۔ نہایت سادہ اور واضح بات ہے کہ فتنہ تلوار سے مٹا اور اسلام اخلاق سے پھیلا۔ بیشک تلوار اسلام کا عنوان ہے حدیث شریف میں ہے "ذرة سنامہ الجہاد" طاقت کا سرچشمہ جنگ ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی تلوار تھمی ہے اسی دم فتنوں کا سیلاب امڈ آیا ہے جس نے امت مسلمہ کا جینا دوبھر کردیا، لیکن اسلام کی تلوار ایک قاضی اور جج کی تلوار ہے جو صرف ظالموں اور مجرموں کے خلاف حرکت میں آتی ہے اور مظلوموں، بیکسوں کو تحفظ دیتی ہے۔ مزدوروں، معذوروں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کی فلاح و بہبود اس تلوار کا مشن ہے۔ اس کے برعکس جو تلوار باطل کے ہاتھ میں ہے وہ معصوم بچوں اور عورتوں پر ہی برستی ہے یقین نہ آئے تو کشمیر، بوسنیا اور کوسوو کے تازہ بتازہ حالات ایک نظر دیکھ لئے جائیں۔ تاریخ سے دلیل چاہیے تو اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ فرعون کے چوہدریوں نے فرعون کو اکسایا کہ آپ موسیٰ اور اس کی قوم کا نوٹس ہی نہیں لیتے وہ تجھے اور تیرے خداؤں کو چھوڑے بیٹھے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں تو فرعون نے اس کے سد باب کیلئے اس کا جواب قرآن مجید سے سنئے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"یذبح ابناءھم ونستحی نساءھم" (قصص:۴) (وہ ان کے بچے ذبح کرتا تھا اور عورتوں کی بے آبروئی کیلئے انہیں زندہ چھوڑدیتاتھا۔)

گویا فرعون سے لے کر بھارت کے بنیوں اور سربیا کے عیسائیوں تک تمام بہادرں کے کارنامے ایک ہی طرح کے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا فرمایا اور پھر آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا بطور خلیفہ،

اور خلیفہ کا مطلب نائب ہے اور نائب وہی احکامات نافذ کرسکتا ہے جو سلطان وقت چاہے۔ لہذ یہ کس طور ممکن ہو کہ اللہ کی زمین پر باطل کا نظام نافذ ہو۔ اس لئے مسلمان اللہ کے نظام کو نافذ کرنے کیلئے لڑتا ہے اسی لئے مسلم فوجیں جب کسی علاقے پر لشکر کشی کرتی ہیں تو سب سے پہلے ان کو دعوت دیتی ہیں کہ (۱) مسلمان ہوجاؤ (۲) اگر یہ قبول نہیں تو پھر جزیہ قبول کرکے ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ یعنی اپنے مذہب پر رہتے ہوئے ہماری حکومت کی حفاظت میں آجاؤ اور اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے میں تم پر کوئی رکاوٹ نہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں فتح بیت المقدس اس واقعہ پر گواہ ہے۔ (۳) اور اگر دونوں شرطیں منظور نہیں تو پھر لڑائی کیلئے تیار ہوجاؤ کیونکہ جو مقصد اللہ نے بحیثیت خلیفہ مسلمان کو دیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ نظام صرف اللہ ہی کا قائم ہو۔ لہذا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ کسی کو زبردستی مسلمان بنایا گیا ہو اور اگر کوئی ایک بھی مثال ایسی تاریخ میں موجود ہو تو اس کو سامنے لایا جائے۔

اب ہم آتے ہیں عنوان میں موجود سوال کے جواب کی طرف۔ تو اس سوال کا مختصر جواب تو وہ ہے جو صاحب روح المعانی نے سورہ بقرہ کی آیت "كتب عليكم القتال" کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔

وہ فرماتے ہیں:

كتب عليكم القتال ، اے قتال الكفار وهو فرض عين ان دخلها بلادنا وفرض كفاية ان كانوا ببلادهم

(تم پر جنگ کرنا فرض کردیا گیا یعنی کفار کے خلاف جنگ (جہاد) کرنا اور وہ فرض عین ہے۔ اگر کفار ہمارے ملک میں داخل ہوجائیں اور فرض کفایہ ہے بشرطیکہ کفار اپنے حدود ملک میں رہیں۔

یعنی اگر کفار ہمارے ملک سے نکل جائیں اور اپنے حدود ملک میں پابند ہوجائیں تو ہم پر اس صورت میں بھی یہ فرض ہوگا کہ ہم ان کے ملک پر حملہ آور ہو کر ان سے جہاد کریں لیکن یہ فرض ہم پر فرض کفایہ ہوگا۔ یعنی اگر حملہ آور مسلمان فوج کافروں کے ملک کو فتح کرنے کیلئے کافی ہو تو باقی امت پر یہ فرض نہیں ہوگا کہ وہ اس فوج میں شامل ہو کر اس کافر ملک کے خلاف جنگ میں شریک ہوں البتہ اگر فوج کے کافی ہونے کے باوجود کوئی شخص اس فوج میں شامل ہو کر کافروں کے خلاف شریک جنگ ہوتا ہے تو فریضہ جہاد کو بجالانے کا اجر پائے گا۔ لیکن موجودہ صورت حال یہ ہے کہ کفار مسلمانوں پر بھرپور طریقے سے حملہ آور ہیں اور کسی ایک جگہ نہیں بلکہ درجنوں محاذوں پر لہذا موجودہ صورت حال میں کفار کے خلاف جنگ کرنا نماز اور روزے کی طرح ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ موجودہ حالات میں جب کہ جنگ فرض عین ہے اس کے فرض عین سے فرض کفایہ بن جانے کی صرف ایک ہی صورت ممکن ہے کہ امریکہ کی تمام تر سیاسی سرگرمیاں براعظم امریکہ تک محدود ہوجائیں اور وہ مسلمان علاقوں سے نکل

جائے اور مداخلت سے باز آجائے۔ اسرائیل سرزمین فلسطین کو خالی کرکےاپنے سابق خطے یعنی جرمن وغیرہ میں چلے جائیں اور فلسطین کا ملک وہاں کے مسلمان باشندوں کے حوالے کردیں۔ بوسنیا سے اہل یورپ ہٹ جائیں اور اور بوسنی مسلمانوں کو ان کے اپنے ملک میں امن اور آزادی سے رہنے دیں۔ حبشہ والے اوغادین کے مسلم علاقے سے نکل جائیں اور اپنے حدود میں پابند ہوجائیں۔ کینیا مسلمانوں کا علاقہ مسلمانوں کے حوالے کردے اور اپنے علاقے پر قناعت کرے۔ صومالیہ سے غیر ملکی فوجیں جو اقوام متحدہ (ملت کافر) نے بٹھا رکھی ہیں وہ اپنے اپنے وطن چلی جائیں اور صومالیہ خالی کردیں۔ سعودی عرب کے صحراؤں سے امریکی فوجیں نکل جائیں اور اپنے وطن امریکہ چلی جائیں۔ امریکہ مسلمان ملکوں کے معاملات میں جو مداخلت کرتا ہے، ناکہ بندیاں کرنا، کسی کو دہشت گرد قرار دینا کسی کا بائیکاٹ کرنا۔ اس طرح کی تمام کاروائیاں وہ یکسر روک دے۔ عراق کے خلاف جارحانہ کاروائیوں کو کلیتاً ترک کردے۔ اریٹیریا سے عیسائی نکل جائیں اور مسلمانوں کو ان کے ملک میں آزادی سے رہنے دیں، تاجکستان سے روس نکل جائے، چاچنیا سے روس نکل جائے، تاتارستان، انگوشیا، اسٹویا، داغستان وغیرہ درجنوں ان ریاستوں سے روس نکل جائے اور ان کو آزاد کردے جن پر ابھی تک اس کا قبضہ ہے۔ روس ان مسلم ریاستوں میں مداخلت کرنے سے باز آجائے جو ۱۹۹۰ء میں اس کے قبضے سے آزاد ہوچکی ہیں، روس ہر طرف سے سمٹ کر اپنے حدود یعنی اپنی رشین میں محدود ہوجائے۔ برما سرزمین اراکان سے قبضہ اٹھا لے اور وہاں کے مسلمانوں کو آزاد کردے، فلپائن مسلم علاقے سے اپنا قبضہ اٹھالے، بھارت کشمیر سے نکل جائے، اہل روم قبرص میں اپنی مداخلت روک دیں، لبنان کی حکومت سے عیسائی دستبردار ہوجائیں، انگریز نے ہم سے ہندوستان کی حکومت چھینی تھی ہم اس کے خلاف مختلف محاذوں سے برسرپیکار رہے لیکن وہ یہاں سے جاتا ہوا ہمارے ملک کا قبضہ ایک دوسرے کافر ہندو کو دے گیا۔ ہم وہ اپنا ملک ہندو کافر سے واپس لے لیں، علاوہ ازیں جہاں کہیں بھی کافر ہمارے خطۂ زمین پر قابض ہیں وہ ان تمام علاقوں کو آزاد کردیں اور آئندہ اس میں کسی طرح کی کوئی مداخلت نہ کریں، اگر موجودہ عالمی صورت حال تبدیل ہوکر اس کے مطابق ہوجائے جو اوپر تفصیلاً ذکر ہوا تو اس کے بعد کافروں کے خلاف جنگ کرنا ہم پر فرض عین نہیں رہے گا بلکہ اس کے بعد ہم پر بطور کفایہ کے یہ فرض ہوگا کہ ہم اپنے ملک سے نکل کر ان کے ملک پر حملہ کریں اور ان کا ملک فتح کرکے اسے اسلام کے زیر نگیں لائیں اور وہاں سے کفر کا نظام ختم کریں کیونکہ رب العالمین کا ہمیں حکم یہ ہے کہ:

"قاتلوهم حتے لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله"

اس وقت تک کافروں سے جنگ جاری رکھو جب تک روئے زمین سے کفر مٹ نہیں جاتا اور ساری دنیا پر پورا دین اللہ ہی کا نہیں ہوجاتا۔

لہذا کفر کو کلیتاً مٹا دینے کیلئے برسر جنگ رہنا اللہ تعالی کی طرف سے ہم پر فرض ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تدبیر واسباب کی دنیا میں کیا مستقبل قریب یا بعید میں غلبہ کفر کی موجودہ صورت حال میں ایسی خوشگوار تبدیلی کا آنا ممکنات میں سے ہے؟۔۔۔ جہاں تک انسانی اندازوں کا تعلق ہے ایسی تبدیلی کا دور دور کوئی امکان نہیں ہے، رہی موجودہ صورت حال جس میں کفار دنیائے اسلام پر ہمہ جہات اور ہمہ گیر طور پر غالب اور مسلط ہیں ملسمانوں کی سرزمین کا کوئی سا خطہ بھی ان کی جارحانہ دستبرد سے محفوظ نہیں ہے جن ملکوں کو ہم آزاد کہتے ہیں مثلاً پاکستان ، مصر، شام، ترکیہ وغیرہ وہ ان کے جبر وقہر کے جنگل میں بے بس تڑپ رہے ہیں۔ اس صورت حال میں مسلمانوں پر کفار کے خلاف جنگ کرنا نماز روزے کی طرح ہر ہر فرد پر فرض عین ہے۔

یہ وہ سنگین ترین صورت حال ہے جو اس سے پہلے امت کو کبھی پیش نہیں آئی اور اگر اس بھیانک ترین بربریت کا سوواں حصہ بھی دنیا میں عملاً موجود ہو تو تمام ائمہ اسلام اور فقہاء اسلام جہاد (جنگ) کو نماز، روزے کی طرح ہر ہر مسلمان پر فرض عین قرار دیتے ہیں، فقہاء کی تصریحات سے پہلے نصوص قرآنی پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"قاتلوالمشركين كافة كما يقاتلونكم كافة(التوبه:٣٦)

(تم لوگ تمام مشرکوں سے جنگ کرو جس طرح وہ تم تمام مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں۔)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر دنیا کے خواہ کسی بھی خطہ میں ہوں ان کے خلاف جنگ کرنا فرض ہے اور فرمایا:

"قاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله(انفال:٣٩)

(ان سے جنگ کرتے رہو اس وقت تک جب تک فتنہ مٹ نہ جائے اور پورا دین صرف اللہ ہی کا نہ ہوجائے۔)

یعنی اہل ایمان پر اس وقت تک کفار کے خلاف جنگ جاری رکھنا فرض ہے جب تک پوری روئے زمین سے کفر قطعی طور پر ختم نہیں ہوجاتا اور جب تک پوری روئے زمین پر باقی رہنے والا دین صرف اللہ کا نہیں ہوجاتا اور اللہ کا قانون نافذ نہیں ہوجاتا اگر زمین کے کسی دور دراز خطے میں سمندر کے کسی دور جزیرے میں جنوبی امریکہ کی کسی دور دراز ریاست میں کفر بحیثیت آئین وقانون باقی رہا تو امت مسلمہ

پر یہ فرض ہوگا کہ وہاں سے کفر کو ختم کرنے کی خاطر جنگ کرنے کیلئے وہاں پہنچے اور وہاں سے کفر کو ختم کرکے اللہ کا آئین نافذ کریں لیکن ان کے ملک میں جا کر ان کے خلاف اقدام جنگ کرنا یہ فرض فرض کفایہ ہے۔ فرض کی حقیقت یہ ہے کہ وہ امت کے ہر ہر فرد پر بطور فرض عین ہی فرض ہوتا ہے اور نہ کرنے کی صورت میں ہر ہر فرد ترک فرض کا مجرم اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا لیکن اگر امت کا ایک گروہ فریضہ کو سرانجام دے دے تو پھر وہ لوگ جو اس فریضہ کی انجام دہی میں شریک نہیں ہوئے ان کا گناہ معاف ہوجائے گا۔ کفایہ کے معنے ہیں کافی ہوجانا۔ چونکہ اس فرض کے انجام دینے میں ایک گروہ کافی ہو گیا تو اس کے بعد اس فرض کا بجالانا باقی افراد کے ذمہ نہیں رہا۔

جہاں تک قرآنی نصوص کا تعلق ہے تو ان کے خطاب کا انداز فرض کفایہ کا نہیں بلکہ فرض عین کا ہے۔ مثلاً:

"کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم(بقرہ:٢١)

(تم پر جنگ کرنا فرض کردیا گیا جب کہ وہ تمہارے لئے ناگوار ہے)

"قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم(التوبہ:١٤)

(ان سے جنگ کرو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا۔)

"وقتلوھم حیث ثقفتموھم(بقرہ:١٩١)

(انہیں قتل کرو جہاں بھی وہ تمہارے ہتھے چڑھ جائیں۔)

"قاتلوالذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہو رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون(سورۃ التوبۃ:٢٩)

(جنگ کرو تم اہل کتاب یعنی یہود و نصاری سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے وہ انہیں حرام قرار نہیں دیتے اور دین حق کے آگے سرنگوں نہیں ہوتے ان کافروں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک ذلیل اور چھوٹے بن کر جزیہ دینا قبول نہ کریں)

"قاتلواالذین یلونکم من الکفار ولیجدوافیکم غلظۃ(سورۃ التوبۃ:١٢٣)

(ان کفار سے جنگ کرو جن کی سرحدیں تم سے ملتی ہیں اور چاہیے کہ وہ تم میں شدت اور سختی محسوس کریں)

"انفروا خفافاوثقالا"(سورة التوبه:۴۱)
(تم ہلکے ہو یا بھاری ہو ہر حال میں جنگ کیلئے نکلو)
الا تنفروا یعذبکم عذاباالیما ویستبدل قوما غیرکم(سورة التوبة:۳۹)
اگر تم نہیں نکلو گے تو تمہیں اللہ تعالی دردناک عذاب دیں گے اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو بسادیں گے۔

"مالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقلولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریة الظالم اھلھا. واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا(سورة النساء:۷۵)
(تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی اره میں جنگ نہیں کرتے اور ان کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کی خاطر جو اپنے رب کے حضور دست بدعا ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس شہر سے نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی سرپرست مقرر فرما اور اپنی طرف سے کوئی مددگار مقرر فرما۔)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کہیں کسی کافر ملک میں کسی مسلمان مرد عورت یا بچے پر ظلم روا رکھا جارہا ہو تو تمام مسلمان اس مظلوم مرد عورت اور بچے کے ولی اور نصیر ہیں اور فوری طور پر اس کافر ملک کا نوٹس لینا اور اس کے خلاف اعلان جنگ کرنا فرض ہوجاتا ہے۔

اس بارے میں تمام آیات قرآنی کا تفصیلی ذکر طوالت کا باعث ہوگا جو آیتیں ذکر کی گئیں ہیں وہ کافی ہیں۔ یہ ثابت کرنے کیلئے کہ جنگ کرنا فرض ہے اور قرآن مجید کی تمام وہ آیات جن سے جنگ کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنگ فرض عین ہے۔

جنگ کے فرض کفایہ ہونے کی دلیل

سوال یہ ہے کہ جب قرآنی آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنگ فرض عین ہے تو جب فقہاء اسلام بعض حالات میں جنگ کے فرض کفایہ ہونے کا فتوی دیتے ہیں تو وہ کہاں سے دلیل لاتے ہیں؟

اس بارے میں فقہاء امت کا استدلال سنت نبوی ﷺ سے اور نوعیت فرض کی عملی صورت حال سے ہے جبکہ آگے تفصیلاً معلوم ہوگا لیکن بعض فقہاء نے چند آیات قرآنی سے بھی جنگ کے فرض کفایہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ ان میں سے سورہ نساء کی حسب ذیل آیت ہے:

"لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ

باموالھم وانفسھم. فضل اللہ المجھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجہ. وکلاً وعداللہ الحسنی."(النساء:٩٥)

(بلاعذر بیٹھ رہنے والے مؤمنین اور اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوسکتے۔ جان ومال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالی ایک درجہ کی فضیلت دی اور حسنی کا وعدہ سب سے کیا ہے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب حسنی کا وعدہ جہاد کرنے والوں اور بیٹھ رہنے ولوں دونوں سے ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ قتال فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس آیت کو فرض کفایہ کے دلیل بنانا درست نہیں کیونکہ اس آیت میں جہاد کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس کے فرض ہونے کا اس میں ذکر نہیں ہے بلکہ کرنے یا نہ کرنے کو ایک اختیاری فعل قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہے اس وقت تک ابھی جہاد فرض نہیں ہوا تھا بلکہ جنگ کرنے کی اجازت مل گئی تھی اور اسے ایک افضل ترین عمل قرار دے کر اس کی ترغیب دی جاتی تھی چنانچہ اسی سورہ نساء میں ہے:

"قاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک وحرض المؤمنین(سورہ النساء:٨٤)

(اے نبی تو اللہ کے راستے میں جنگ کر صرف تنہا تیری ذات کو مکلف کیا جاتا ہے یعنی تنہا آپ پر فرض کیا جاتا ہے اور اہل ایمان کو آپ جنگ کی ترغیب دیں۔)

گویا اس آیت کے نزول کے وقت جنگ کرنا اہل ایمان پر فرض نہیں تھا۔ اس آیت نے تنہا نبی ﷺ پر جنگ کو فرض قرار دیا اور اہل ایمان کیلئے ان کو جنگ پر ابھارنے اور ترغیب دینے کا حکم دیا گیا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت جنگ ابھی ایک نفلی عبادت تھی فرض نہیں ہوئی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ غزوۂ بدر اور احد میں پیچھے رہ جانے والوں کیلئے وعید نہیں آئی۔ احد میں منافقوں کی بدکرداری کی مذمت تو نازل ہوئی لیکن ان کے پیچھے رہ جانے پر انہیں وعید نہیں سنائی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ بدر واحد کی جنگیں سورہ حج کی آیت:

"اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا"(سورہ حج:٣٩)

اذن قتال کے تحت لڑی گئیں یعنی جنگ لڑنے کی اجازت مل گئی تھی باقی عملاً کون جنگ میں شریک ہوتا ہے کون نہیں یہ ہر اک کی اپنی مرضی تھی اس کے بعد غزوۂ خندق میں معلوم ہوتا ہے جنگ کے فرض

ہونے کا حکم نازل ہو چکا تھا کیونکہ جو غزوہ خندق میں شریک نہیں ہوئے انہیں اس کوتاہ عملی پر سخت وعید سنائی گئی۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں سرخسی کے حوالے سے فرضیت جنگ کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے:

"ثم اعلم ان الامر بالقتال نزل مرتبا فقد كان صلى اللهعليه وسلم اولا بالتبليغ والاعراض . فاصدع بما تؤمرواعرض عن المشركين ١ . ثم بالمجادلة بالاحسن. ادع الى سبيل ربک بالحكمة والموعظة الحسنة. ثم اذن لهم بالقتال . اذن للذين يقاتلون . ثم امر وابالقتال ان قاتلوهم. فان قاتلوكم فاقتلوهم ثم امروا بشرط انسلاخ الاشهر الحرم فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين. ثم امروامطلقاً وقاتلوا فى سبيل الله. ثم استقرالامرعلى هذا.(ردالمحتار،ج:٣ ، ص:٢٣٩، المطبع الكبرى الاميرية ، مصر١٢٢٣ھ)

(معلوم رہے کہ جنگ کا معاملہ ترتیب وار نازل ہوا ہے۔ شروع میں رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ اور در گزر کرنے کا طریقہ اپنایا۔ آپ کو حکم تھا کہ اس پر عمل پیرا ہوں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکین کو نظر انداز کر دیں۔ پھر حکم ہوا بحث ومباحثہ میں خوبصورت ترین فرض طریقہ اختیار کرنے کا اور فرمایا بلاؤ اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت سے اور اچھی نصیحت سے۔ پھر انہیں جنگ کرنے کی اجازت بخش دی گئی اور آیت " اذن للذین یقاتلون " نازل ہوئی۔ پھر حکم ہوا کہ اگر کافر تم سے جنگ کریں تو قتل کرو، پھر جنگ کو حرام کے مہینے گزرنے کے ساتھ مشروط کر دیا گیا۔ فرمایا گیا " جب حرام کے مہینے گزر جائیں تو قتل کرو مشرکوں کو، اس کے بعد جنگ کا عام حکم دے دیا گیا اور فرمایا گیا " اللہ کی راہ میں جنگ کرو" پھر یہی حکم آئندہ کیلئے مستقل حکم قرار دیا گیا"

یہ ترتیب تو ہے آیات کے تدریجاً نازل ہونے کی۔ لیکن عملی واقعات میں ہجرت کے بعد سے ہمارے سامنے دو ہی مرحلے آتے ہیں ایک جنگ کی اجازت کا مرحلہ اور دوسرا مرحلہ جنگ کے فرض قرار دیئے جانے کا، اور دو صورتیں ایسی ہیں جن میں شرط عائد ہوئی۔ ایک یہ کہ مسجد حرام کے پاس کفار پر حملے میں پہل نہ کرنا اور اور دوسری حج اکبر کے روز ۹ھ کو حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی قیادت میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے یہ اعلان کیا:

"فسيحوا فى الارض اربعة اشهر"." فاذانسلخ الاشهرالحرم فاقتلوا المشركين"
(تمہیں چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے ان چار ماہ تک زمین میں گھوم پھر لو)۔

پھر اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا: جونہی حرام کے یہ مہینے گزریں تو مشرکوں کو قتل کردو۔ ان حرام کے مہینوں سے مراد وہ مہینے ہیں جو حضرت علیؓ کے یوم اعلان سے لے کر آگے جہاں تک چار ماہ پورے ہوجائیں حضرت علیؓ نے یہ اعلان منیٰ میں عیدوالے دن ۱۰ تاریخ کو کیا تھا اگر یہ ذوالحجہ کا مہینہ ہو تو ربیع الثانی کی ۱۰ تاریخ مہلت کے چار مہینہ اختتام پذیر ہوگئے، قرآن مجید میں حج کے حوالے سے جن مہینوں کو اشھر حرم کہا گیا ہے وہ معین طور پر ذیقعد، ذولحج، محرم اور رجب کے چار مہینے ہیں لیکن اس آیت جن اشھر حرم کا ذکر ہے وہ مشرکین کی مہلت کے وہ چار مہینے ہیں ۔ اعلان کے روز سے لے کر ربیع الثانی ۱۰ھ کو ختم ہوگئے اور دوبارہ کبھی لوٹ کے نہیں آئیں گے۔

جنگ کے فرض کفایہ ہونے کی دوسرے دلیل قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی جاتی ہے:

"ان جنحوا للسلم فاجنح لها"

(اگر کفار صلح کے لئے آمادہ ہوں تو آپ بھی آمادہ ہوجائیں)

اس سے معلوم ہوا کہ جنگ فرض عین نہیں کیونکہ اگر فرض عین ہو تو صلح کے کوئی معنے ہی باقی نہیں رہ جاتے۔

عرض یہ ہے کہ سیاسی حالات کا اتار چڑھاؤ، اقتصادی وانتظامی حالات کی دگرگوں صورت حال بسااوقات اہل اسلام کو مجبور کرتی ہے کہ سمجھنے کیلئے مہلت حاصل کی جائے اس کے لئے حسب ضرورت صلح کی اجازت بخشی گئی ہے بلا ضرورت کفار سے صلح کا معاہدہ کرکے بیٹھ رہنا قطعاً جائز نہیں۔ بدائع الصنائع میں ہے:

وشرطها الضرورة وهى ضرورة استعداد القتال بان كان بالمسلمين ضعف وبالكفرة قوة المجاوزة الى قوم آخرين فلا تجوز عند عدم الضرورة لان الموادعة ترک القتال المفروض فلا يجوز الافى حال يقع وسيلةالى القتال لانها حينئذ تكون قتالا معنے قال الله تعالى ولا تهنوا وتدعوا الى السلم وانتم الاعلون والله معكم وعند تحقيق الضرورة لاباس به لقول الله تبارک وتعالى وان جنحواللسلم فاجنح لها (بدائع الصنائع ،ج:۷،ص:۱۰۸)

(کفار سے صلح کرنے کی شرط ضرورت کا پیش آنا ہے اور ضرورت سے مراد ہے جنگ کے لئے تیاری کی ضرورت، مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں کمزوری ہو اور کافروں میں دوسری قوم پر دست درازی کی قوت موجود ہو، لہذا جب ضرورت نہ ہو تو صلح کرنا جائز نہیں اس لئے کہ صلح کے معنے اس فریضہ جنگ کو ترک

کرنا یہ کیوں کر جائز ہوسکتا ہے سوا ایسی حالت کے کہ صلح خود ایک ذریعہ جنگ قرار پائے چونکہ ایسی حالت میں صلح بذات خود جنگ ہی کا ایک تسلسل ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں: نہ کمزور پڑو اور انہیں صلح کی دعوت دو جبکہ غالب تمہی ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے لیکن جب واقعی ضرورت پیش آجائے تو پھر صلح کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں" وان جنحوا للسلم فاجنح لها"

معلوم ہوا کہ صلح کے لئے ضرورت کا پیش آنا شرط ہے اور ضرورت سے مراد جنگی تیاری کی ضرورت ہے امن پسندی اور راحت طلبی کی ضرورت نہیں، جس کی صورت یہ ہوگی کہ مسلمانوں میں کسی اعتبار سے کمزوری آجائے کہ وہ کفار کی حملہ کی تاب نہیں لاسکتے اور کفار بھر پور طاقت کے ساتھ آمادہ یلغار ہیں لہذا مسلمانوں کو مقابلہ کی تیار کیلئے محدود عرصہ کے لئے مہلت درکار ہے، ورنہ یعنی جب مسلمانوں کو صلح کی ضرورت نہ ہو تو صلح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جنگی تیاری کیلئے صلح کی ضرورت نہ ہونے کے باوجود محض جذبہ خیر سگالی اور بقاء باہمی کے اصول کی بنیاد پر صلح کرنے کا مطلب ہے فریضہ قتال کو بلاعذر ترک کرنا جو کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ ایام صلح در حقیقت جنگی تیار کے ایام ہیں جو جنگ ہی کا ایک حصہ ہیں نہ کہ جنگ چھوڑ کر آرام سے بیٹھ رہنے کا) ابوبکر جصاص احکام القرآن میں آیت" فلا تهنوا وتدعوا الى السلم "کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فنهى عن المسالمة عند القوة على قهر العدو وقتلهم وكذلك قال اصحابنا اذا قدر بعض اهل الثغور على قتال العدو ومقاومتهم لم تجزلهم مسالمتهم ولا يجوز لهم اقرارهم على الكفر الا بالجزية(احكام القرآن للجصاص،۳/۷۰، دارالكتاب العربى، بيروت،۱۳۳۵ھ)

(لہذا اللہ تعالی نے روک دیا ایسی حالت میں کفار سے صلح کرنے سے جب دشمن پر غالب آنے اور قتل کرنے کی قوت موجود ہو اور ہمارے اصحاب کا قول یہی ہے، ملکی سرحدوں کے محافظوں میں سے جب کچھ اس پر قادر ہوں کہ دشمن سے مقابلہ کرسکیں اور جنگ کرسکیں تو ان کیلئے دشمن سے صلح کرنا بالکل جائز نہیں اور نہ دشمن کو حالت کفر پر چھوڑنا ہی جائز ہے جب تک وہ جزیہ دینا قبول نہ کریں)

معلوم ہوا کہ یہ آیت بھی جنگ کے فرض کفایہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ جب صلح کے معاملے کو ضرورت کے ساتھ مشروط کردیا گیا تو یہ ضرورت فرض کفایہ اور فرض عین دونوں میں پیش آسکتی ہے یعنی صلح کرلینا ضرورت کے وقت جائز قرار پایا خواہ اس وقت جنگ کرنا فرض کفایہ ہو یا فرض عین ہوچکا ہو۔

جنگ کے فرض کفایہ ہونے کی تیسری دلیل قرآن مجید سے یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالی نے سورۃ توبہ میں امور جنگ کا تفصیل وار ذکر فرمانے کے بعد فرمایا:

"ماكان المؤمنون لينفروا كافة فلولانفر من كل فرقةمنهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذرواقومهم اذا رجعوا عليلهم لعلهم يرجعون"(سورة توبه:١٢٢)

(تمام اہل ایمان یکبار گی محاذ جنگ کے لئے نہیں نکل سکتے تو پھر ایسا کیوں نہ ہوا کرے کہ ہر سوسائٹی میں سے گروپ گھر چھوڑ کر نکلیں تاکہ وہ علم دین میں مہارت حاصل کریں تاکہ جب وہ واپس آئیں تو اپنی قوم کو غلط روی سے ڈرائیں تاکہ وہ لوگ اللہ کی نافرمانی سے بچ جائیں۔

اس آیت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ علم دین میں ماہرانہ صلاحیت پیدا کرنا بھی امت پر فرض کفایہ ہے یعنی علوم اسلامیہ کے ماہرین و محققین علماء کا اتنا بڑا گروہ امت میں ہمیشہ موجود ہونا ضروری ہے جو امت کی دینی تعلیم و تربیت اور رہنمائی کے کافی ہو، دوسری بات اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ قتال بالکفار یعنی کفار کے خلاف جنگ کرنا بھی فرض کفایہ ہے کیونکہ اگر تمام افراد امت کو محاذ جنگ پر پابند کردیا جائے تو فریض حصول علم دین کیونکر سرانجام پائے گا اور یہی بات آیت میں بھی بتائی گئی ہے کہ تمام اہل ایمان محاذ جنگ پر نہیں جاسکتے، تو معلوم ہوا کہ جنگ فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔

لیکن یہ استدلال بھی محل نظر ہے کیونکہ اس آیت میں صورت واقعہ کا تذکرہ ہے جو عملاً پیش آتی ہے یعنی ایک ہے جہاد کا فرض عین ہونا اور ایک ہے سب اہل ایمان کا بیک وقت محاذ جنگ پر پہنچنا، اس آیت میں بتایا یہ جارہا ہے کہ عملاً ایسی صورت کبھی پیش نہیں آئے گی کہ تمام تر اہل ایمان یکبارگی محاذ جنگ پر پہنچ جائیں کیونکہ جب امت میں احساس فرض بیدار ہو تو دشمن کے حملہ کی صورت میں یکا یک مجاہدین کی اتنی بڑی تعداد میدان جنگ میں اتر جائے گی جو دشمن کو سبق سکھانے کیلئے کافی ہو جائے گی جس کے بعد باقی اہل ایمان کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائے گا کیونکہ ان کے نکلنے سے پہلے ہی فرض بصورت کامل ہوچکا، پھر یہ کہ جب دشمن حملہ آور ہوتا ہے تو سب سے پہلے جنگ کرنا ان لوگوں پر فرض عین ہوگا جو حملے میں سب سے پہلے متاثر ہونے والے ہیں۔ اب اگر یہ لوگ کافی نہ ہوں بے حسی اور فرض ناشناسی کا ثبوت دیں تو پھر ان سے بعد والوں پر دشمن کے اس حملہ کو روکنا فرض عین ہوجائے گا اور وہ لوگ اس بارے میں یہ عذر نہیں لاسکیں گے کہ ہمیں کیا پڑی مسئلہ تو فلاں علاقے کے لوگوں کا ہے وہ اپنے بچاؤ خود کریں اگر وہ لوگ خود ہی اپنے علاقے پر دشمن کا قبضہ چاہتے ہیں تو ہم اس میں ٹانگ کیوں

اڑائیں۔ اس لئے کہ تمام زمین جو مسلمانوں کے زیر قبضہ ہے یا کفار نے اس پر زبردستی قبضہ کیا ہے پوری امت کی مشترکہ متاع اور اس کے چپے چپے کا تحفظ اور جو کافروں کے قبضہ میں جاچکی اسے آزاد کرانا پوری امت کا اجتماعی فریضہ ہے لہذا مسلمانوں کی جس سرزمین پر دشمن حملہ آور ہوا ہے یا قبضہ جما چکا ہے اگر وہ لوگ دشمن سے اپنے علاقہ کا تحفظ نہ کرسکیں یا آزاد نہ کراسکیں یا لاپرواہی اور بے حسی کا مظاہرہ کریں اور دشمن کو قابض ہونے دیں تو دوسرے مسلمانوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ آگے بڑھ کر خود اس علاقہ کا تحفظ کریں حتی کہ اگر اس علاقے کے مسلمان خود دشمن کے ساتھ مل جائیں اور دشمن کی حمایت میں ان مجاہدین کے مقابلہ میں آجائیں جو دشمن کو اس علاقے سے نکالنے کے لئے میدان میں نکلے ہیں تو ان کفر نواز مسلمانوں سے بھی جنگ کی جائے گی غرض جنگ کے فرض عین ہونے کی صورت میں بھی ایسی صورت حال کبھی پیش نہیں آئے گی کہ تمام افراد امت کو بیک وقت محاذ جنگ پر نکلنا پڑے اور اکثر ایسا ہوگا کہ پوری امت بیک وقت جنگ کے فرض عین ہونے کی نوبت نہیں آئی گی بلکہ علاقہ در علاقہ قسط وار فرض عین ہوگی۔ موجودہ صورتِ حال تاریخ اسلامی کی سنگین ترین صورت حال ہے ایسی صورتِ حال اس سے قبل کبھی پیش نہیں آئی اور اس صورتِ حال کی تاریخ تقریباً گزشتہ دو صدی پر محیط ہے جب مغربی قذاقوں نے امت مسلمہ کو غافل پاکر عالم اسلامی پر اس طرح یلغار کردی جیسے کہیں سے یاجوج ماجوج کا ریلا چل پڑا ہو لیکن اس خوفناک صورتِ حال میں بھی امت میں احساس فرض بیدار نہ ہوا، عیش کوشی میں اتنی گہری نیند سوئے تھے کہ خون کے دریا کی موجوں کے تھپیڑے بھی نہ جگاسکے جلتے گھروں کے شعلے بھی نیند اچاٹ نہ کرسکے بساط آبرو پر دیو استبداد کی دھماچوکڑی کا شور بھی چونکا دینے میں کامیاب نہ ہوسکا، تباہی کا آتش فشاں آگ اگلتا رہا یہ بھسم ہوتے رہے مگر سوتے رہے آخرکار پوری امت نے غلامی کا طوق پہن لینے میں خیریت پائی جو مسلمان کیلئے کسی حال میں جائز نہیں تھا دشمن کی یلغار اتنی زبردست اور ہمہ گیر تھی کہ اس کے مقابلے میں سید احمد شہید اور ان کے ساتھیوں کا جہاد یا چاچنیا میں امام شامل کا جہاد یا الجزائریوں کی بیمثال قربانیاں کفر فرانس سے ٹکراتے ہوئے یہ تمام قربانیاں اپنی جگہ کتنی ہی اہم اور عظیم تھیں لیکن یہ سیلاب بلا کے آگے تنکوں کا بند باندھنا تھا جو نہ تو سیلاب بلا کو روک سکتا تھا اور نہ امت مسلمہ پر عائد فریضہ کا کفارہ ہی ہوسکتا تھا۔ لہذا یہ پاکیزہ نفوس شہادت کی سعادت مندیوں سے سرخرو ہوئے مگر امت کی قسمت کا تارا گردش میں رہا لیکن یہ بھی اللہ کی رحمت تھی کہ امت کی ایک بھاری اکثریت کے غلامی پر قناعت کرلینے کے باوجود دشمن کی گرفت بالآخر ڈھیلی پڑی خواہ ایک صدی بعد ہی سہی اور وہ دنیائے اسلام کے ایک بڑے حصے کو آزادی دینے پر مجبور ہوا لیکن ہم نے آزاد ہو کر بھی اپنا

فرض نہ پہچانا اور غلامی کے ٹھنڈے سائے میں جو سوئے تھے تو آزادی کی گہما گرمی پر بھی آنکھ نہ کھلی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن نے اپنی مجبوریوں پر قابو پایا اور دوبارہ امت مسلمہ کو نئے سرے سے اور نئے انداز سے غلام بنانے کا منصوبہ تیار کیا جس کے بعد آزادی کا سوال ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائے۔ اب دشمن اس نئے منصوبہ پر عمل پیرا ہے اور بلاتاخیر پوری امت کو دوبارہ غلامی کے شکنجے میں جکڑ دینا چاہتا ہے اور اپنے اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے وہ بڑی تیز رفتاری بیدار مظہری سے کام لے رہا ہے کہیں امت بیدار نہ ہوجائے۔ لہذا عیش پرستی جنسی آوارگی الحاد پسندی کے نشہ کی گولیوں کا بھر پور استعمال جاری ہے وہ امت کو سنبھل جانے کا موقعہ دینے کی غلطی کا روادار نہیں ہے، امت کا جو فرد پھر بھی جاگنے کا حوصلہ باندھے تو رائفل کی گولی پہلے سے اس کی منتظر موجود ہے۔ گویا موجودہ حملہ اس کا پوری امت مسلمہ پر ایک ایسا ہمہ گیر حملہ ہے کہ جس کی زد سے امت کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں رہ سکا ہے فلپائن کے مسلمان حملہ کی زد میں ہے ان کے قریب ترین ملیشیا کے مسلمانوں پر ان کے دفاع میں جنگ کرنا فرض عین ہے، اراکان کے مسلمانوں پر برما ظلماً قابض ہے اور ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہے ان کے قریب ترین بنگلہ دیش والوں پر برما کے خلاف جنگ کرنا فرض عین ہے۔ سری لنکا کے مسلمانوں پر بھیانک ظلم ڈھائے جارہے ہیں۔ ان سے قریب تر انڈونیشیا والوں پر جنگ فرض عین ہے کشمیر میں مسلمانوں پر کفار کے مظالم نے قیامت برپا کررکھی ہے۔ بھارت میں مسلمانوں بے تحاشا ظلم کئے جارہے ہیں ان کی مساجد ڈھائی جارہی ہیں، انہی ہندو بنانے کی مہم جاری ہے ان کے دین کی برملا توہین کی جاتی ہے ان سے قریب ترین پاکستان کے مسلمانوں پر بھارت کے خلاف جنگ کرنا فرض عین ہے۔ امریکی فوجیں باقاعدہ سعودی صحراؤں میں ہر قسم کے اسلحہ سے لیس مستعد بیٹھی ہیں اور عراق پر عملاً حملہ آور ہیں۔ سرزمین حجاز حرم مقدس کی سرزمین ہے پوری امت مسلمہ کا حق اس پر یکساں ہے لہذا وہاں کیلئے قریب دور کا کوئی سوال نہیں تمام امت مسلمہ کیلئے امریکہ کی فوجوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا فرض عین ہے، یہودی مسلم علاقے فلسطین پر جبراً قابض ہیں اور مظلوم مسلمانوں کو ان کے گھروں سے بیدخل کرکے خانہ بدوش ہونے یا قتل ہونے پر مجبور کردیا ہے۔ سعودیہ شام اردن مصر اور ترکیہ ان کے قریب ترین یہود کے خلاف جنگ کرنا ان سب پر فرض عین ہے۔ صومالیہ امریکی جارحیت کی زد میں ہے مسلمانوں کے ایک خطے پر کینیا نے قبضہ کیا ہے اوغادین پر حبشہ کا قبضہ کرادیا گیا ہے اریٹیا پر زبردستی عیسائیوں کو مسلط کردیا ہے۔ ان علاقوں کے قریب تر مصر لیبیا سوڈان کے مسلمانوں پر امریکہ اور حبشہ کے خلاف جنگ فرض عین ہے۔ لبنان پر عیسائی اقلیت کو زبردستی قابض کردیا گیا ہے وہاں کی مسلم اکثریت

یہودیوں عیسائیوں اور شیعہ ملیشیا کی جارحیت کا شکار ہے اس کے قریب تر عراق، اور شام اور مصر کے مسلمانوں لبنان کے مسلمانوں کی مدد کیلئے جنگ فرض عین ہے، روس نے تاجکستان پر دوبارہ قبضہ کرلیا ہے۔ چاچنیا میں قتل عام کا بازار گرام رکھا ہے۔ داغستان تاتارستان اگوشیا استویا وغیرہ بہت سی مسلم ریاستیں ابھی اس کے آہنی چنگل میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں اور آزاد مسلم ریاستوں کودوبارہ غلام بنانے کے بارے میں بھی اس کے ارادے خطرناک ہیں۔ لہذا ازبکستان تازقستان ترکمانستان وغیرہ مسلم ریاستوں کے مسلمانوں پر روس کے خلاف جنگ کرنا فرض عین ہے۔ بوسنیا پر سرب کافر حملہ آور ہیں۔ تمام یورپ بمع امریکہ ان کی پشت پناہی کررہے ہیں جبکہ بوسنیا کے مظلوم مسلمان تنہا ہیں، پوری امت مسلمہ بے حسی کا شکار ہے اور وہاں مسلمانوں کا عورتوں بچوں سمیت نہایت بے دردی سے قتل عام جار ہے لہذا ان کے قریب ترن ترکیہ پر ان کے بعد درجہ بدرجہ تمام مسلمانوں پر جنگ فرض عین ہے۔ گویا موجودہ صورت حال امت مسلمہ کیلئے ایسی سنگین ترین صورت حال ہے کہ فقہاء اسلام نے جو جنگ کے فرض عین ہونے کا اصول بتایا ہے اس کے پیش نظر امت مسلمہ کے فرد فرد پر جنگ فرض عین ہوچکی ہے لیکن اس کے باوجود اگر مسلم ممالک کی منظم فوجیں ہی میدان جنگ میں آجائیں تو دشمن کو نیست ونابود کرنے کیلئے یقیناً کافی ہیں، اور سب پر فرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ہر فرد اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور جنگ کی تیاری کیلئے مستعد ہوجائے یہ نہ سمجھ لے کہ میں ایک اگر میدان جنگ میں نہ بھی گیا تو کیا فرق پڑتا ہے بلکہ یہ محسوس کرے کہ مجھے کسی سے کیا میں تو اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں مجھ سے تو صرف میرے بارے میں پوچھا جانا ہے اس کے بعد امیر کی صوابدید پر ہے کہ وہ کس کو کونسی خدمت پر لگاتا ہے جس کو جس کا پر بھی لگادیا گیا وہ اپنے کام پر ہوئے میدان جنگ ہی میں شمار ہوگا، غزوہ بدر میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان کو حضرت رقیہ کی تیمار داری کیلئے مدینہ طیبہ میں چھوڑا اور بعض دوسرے صحابہ کو دیگر انتظامی امور سپرد کئے لیکن سب کو جنگ میں شریک قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"من جهز غازيافى سبيل الله فقد غزا ومن خلف غازيافى اهله فقد غزا"

(جس نے غازی کو سازوسامان مہیا کرکے دیا وہ بھی شریک جنگ ہے اور جس نے غازی کی عدم موجودگی میں غازی کے بچوں کی کفالت کی وہ بھی شریک جنگ ہے)

معلوم ہوا کہ جنگ کیلئے فکر مند ہونے والے جس جس کام پر بھی مصروف ہوں سبھی فرض بجالانے والے قرار پائیں گے، خصوصاً موجودہ زمانے کی جنگ جو محاذ جنگ تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورے ملک

میں لڑی جاتی ہے چنانچہ ایام جنگ میں بازاروں ، کارخانوں اور صنعتوں کا کھلا رکھنا جاری رکھنا بھی محاذ جنگ ہی کا ایک حصہ ہے۔ علاوہ ازیں شہری دماغ مجاہدین کی مالی معاونت کیلئے تگ ودو اور دیگر بہت سے امور جو محاذ جنگ سے ہٹ کر ہیں لیکن محاذ جنگ کی کامیابی میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں اور امت مسلمہ کی زندگی چونکہ جنگ کے ایک تسلسل کا نام ہے اور جونہی اس تسلسل میں وقفہ کی نوبت آئے گی وہیں سے رخ پستی کی طرف مڑجائے گا چنانچہ حصول علم دین بھی جنگ کے تسلسل کا ایک حصہ ہے لہذا جنگ کے فرض عین ہونے کی صورت میں بھی بہت سے لوگوں کو جنگ ہی کی خاطر دیگر خدمات میں جب خود کو وقف کرنا ہوگا تو پھر کیوں نہ ایسا ہو کہ ان خدمات میں ایک شعبہ علم دین کا بھی ہوتا کہ ماہر علماء پیدا ہو کر امت کی راہنمائی جہاد باللسان کی ضرورت کو پورا کریں جو اسباب جنگ کا ایک اہم ترکن ہے نیز امور جنگ میں علماء کی راہنمائی جنگ کا ایک ضروری حصہ ہے جس سے بے اعتنائی نہیں برتی جاسکتی۔

لہذا معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ میں نفیر عام کی ایک عملی صورت واقعہ کا تزکیہ ہے نہ کہ قتال کے فرض کفایہ ہونے کا ، اور غالباً یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے قتال کے فرض کفایہ ہونے پر کوئی آیت دلیل میں پیش نہیں کی بلکہ قتال کی عملی صورت حال ہی کو کفایہ ہونے کی دلیل بنایا ہے۔ صاحب ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"جہاد فرض کفایہ ہے جب لوگوں کا ایک گروہ اسے سرانجام دے لے تو باقی لوگوں کے ذمہ سے یہ فریضہ ساقط ہوجاتا ہے جہاں تک اس کے فرض ہونے کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالی کے اس قول سے ہے:

"فاقتلوا المشركين كافة كمايقاتلونكم كافة"

(تمام مشرکوں کو قتل کردو جیسا کہ وہ تم سب کے خلاف برسر جنگ ہیں)

اور نبی کریم ﷺ کا یہ قول بھی جہاد کے فرض ہونے کی دلیل ہے کہ : جہاد قیامت تک جاری رہے گا اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک بطور فرض باقی رہے گا اور وہ فرض کفایہ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ فرض عین نہیں ہے کیونکہ فی ذاتہ جنگ نام ہے بگاڑ پیدا کرنے کا اور اسلام میں اسے فرض کیا گیا ہے اللہ کے دین کو عزت بخشنے کیلئے اور بندوں سے شر وفساد کو ٹالنے کیلئے لہذا جب یہ مقصود بعض افراد کے فرض بجالانے سے حاصل ہوجائے تو باقی افراد کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائے گا۔ جیسے نماز جنازہ اور سلام کا جواب دینے کا مسئلہ ہے لیکن اگر اس فریضہ کو کوئی بھی سرانجام نہ دے تو اس فرض کے

ترک پر تمام افراد امت کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوں گے کیونکہ یہ فریضہ تمام امت پر عائد ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ اگر سبھی میدان جنگ میں مصروف ہوجائیں تو جہاد کے وسائل اسلحہ اور سواری وغیرہ کی سپلائی رک جائے گی اس بنا پر یہ فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر نفیر عام ہوجائے تو پھر فرض عین ہوجائے گا کیونکہ اللہ فرماتے ہیں:

"انفروا خفافا وثقالا"

(نکلو خواہ تم ہلکے ہو یا بھاری ہو) ہدایہ کتاب السیر، مطبع دار زمزم الریاض، ۱۹۹۲ء)

اس عبارت میں صاحب ہدایہ نے جنگ کے مطلقاً فرض ہونے کی دلیل بھی قرآن مجید کی آیت کو بنایا ہے اور فرض عین ہونے کی دلیل میں بھی قرآن مجید کی آیت ذکر کی ہے لیکن فرض کفایہ کے لئے قرآن مجید کی کسی آیت کا حوالہ دینے کے بجائے انہوں نے واقعاتی صورت ہی کو دلیل بنایا ہے۔

اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اگر نفیر عام ہوجائے تو پھر جنگ کرنا فرض عین ہوجائے گا۔ اور یہ مسئلہ امت میں متفق علیہ ہے۔ فتاوی عالمگیری میں نفیر عام کے معنے اور فرض عین ہونے کی کیفیت جو بیان ہوئی اس کا بھی اردو ترجمہ ہی دینے پر اکتفا کرتے ہیں" وہ فرماتے ہیں:

"نفیر کے معنے یہ ہیں کہ کسی شہر کے باشندوں کو یہ خبر ملے کہ دشمن آگیا ہے اور اس کا ہدف تمہاری جان اولاد و مال ہے۔ پس جونہی انہیں اس طرح کی خبر ملے تو اس شہر کے باشندوں میں سے ہر اس شخص پر جنگ کیلئے نکلنا فرض ہوجائے گا جو جنگ کرنے کی قدرت رکھتا ہے جبکہ اس خبر سے پہلے ان کےلئے جنگ پر نہ جانے کی گنجائش تھی۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ خبر نفیر آجانے کے بعد تمام اہل اسلام پر مشرق سے مغرب تک یکبارگی جنگ پر نکلنا فرض عین نہیں ہوجاتا خواہ انہیں نفیر عام بھی پہنچ جائے بلکہ فرض کی عملی کیفیت اس طرح ہوگی کہ جو لوگ دشمن کے قریب تر ہیں اور جہاد کی قدرت رکھتے ہیں سب سے پہلے ان پر فرض عین ہوگا اور جو لوگ ان سے پیچھے ہیں اور دشمن سے دور ہیں ان پر فرض کفایہ ہی رہے گا۔ فرض عین نہیں ہوگا حتی کہ ان کےلئے چھوڑ کر بیٹھ رہنے کی گنجائش ہے لیکن جب ان کی ضرورت پڑجائے یعنی جو لوگ دشمن سے قریب ہیں وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے یا سستی اور غفلت سے کام لیتے ہیں اور جہاد نہیں کرتے تو پھر ان لوگوں پر فرض عین ہوجائے گا جو ان سے آگے آباد ہیں۔ ثم و ثم " اسی طرح مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین کے مسلمانوں پر اسی ترتیب فرض عین ہوجائے گا اور اس طرح کی خبر دینے والا عادل ہو یا فاسق ہر حال اس کی خبر اس بارے میں قبول کی جائے گی۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب السیر، ۲/۸۸، مطبع الکبری الامیریۃ، مصر ۱۳۱۰ھ)۔

علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں جنگ کے فرض کفایہ اور فرض عین ہونے کو زیادہ واضح طور پر بیان کیا ہے اور فرض کفایہ ہونے کی چار دلیلیں پیش کی ہیں دو قرآن مجید سے اور دو دلیلیں صاحب ہدایہ کی طرح واقعاتی ذکر کی ہیں، قرآن مجید سے وہی دو آیتیں پیش کی ہیں جن پر ہم مفصل بحث کر چکے ہیں کہ در حقیقت وہ دونوں آیتیں کسی اور مسئلہ کی دلیل ہیں فرض کفایہ ہونے کی دلیل نہیں ہیں اگر چہ بظاہر نظر ان سے فرض کفایہ ہونے کا تاثر قائم ہوتا ہے البتہ دوسری دو دلیلیں جو واقعاتی ہیں وہ دونوں نہایت قوی اور قطعی دلیلیں ہیں۔ بدائع الصنائع کی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل جس میں فرض کفایہ اور فرض عین ہونے کی الگ الگ صورتیں بیان کی گئی ہیں:

"جہاد کے فرض ہونے کی کیفیت کیا ہوگی؟ تو اس کی دو صورتیں ہیں(۱) نفیر عام کی صورت ہوگی (۲) نفیر عام کی صورت نہیں ہوگی۔ اگر نفیر عام کی صورت نہ ہو تو اس صورت میں جہاد فرض کفایہ ہے۔

فرض کفایہ ہونے کا مطلب

فرض کفایہ ہونے کے معنے یہ ہیں کہ امت کے تمام ان لوگوں پر جہاد فرض ہے جو جنگ کرنے کے اہل ہیں لیکن جب بعض افراد امت اس فریضہ کو سرانجام دے لیں تو باقی لوگوں کے ذمہ سے یہ فرض ساقط ہوجائے گا کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: اللہ نے جان ومال سے جنگ کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت بخشی ہے اور سب سے حسنی کا وعدہ فرمایا ہے اگر جہاد تمام حالات میں فرض عین ہوگا تو اللہ تعالی نے مجاہدین وقاعدین دونوں ہی سے حسنی کا وعدہ فرمایا ہے اگر جہاد تمام حالات میں فرض عین ہوتا تو اللہ تعالی بیٹھ رہنے والوں سے حسنی کا وعدہ نہ فرماتے کیونکہ پھر تو بیٹھ رہنا حرام ہوجاتا۔ اللہ تعالی کا دوسرا فرمان یہ ہے کہ: تمام اہل ایمان کا محاذ جنگ پر پہنچنا ممکن نہیں ہے پھر ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر جماعت میں سے ایک گروپ علوم دینیہ میں مہارت پیدا کرنے کیلئے بھی نکلے۔ تیسری دلیل چونکہ جنگ فرض کی گئی ہے اسلام کی دعوت دینے کیلئے دین حق کو بلند کرنے اور کفار کے غلبہ وشر کو روکنے کےلئے اور یہ ضرورت بعض افراد کے فریضہ جنگ سرانجام دینے سے حاصل ہوجاتی ہے۔

چوتھی دلیل: جو رسول اللہ ﷺ کا سرایا (جنگی دستے) بھیجنا فرض کفایہ ہونے کی دلیل ہے کہ کیونکہ تمام حالات میں اگر جنگ فرض عین ہوتی تو آپ کا کسی سریہ یعنی فوجی دستہ سے پیچھے بیٹھ رہنا تصور میں نہیں آسکتا اور نہ ہی ممکن تھا کہ آپ ﷺ اپنے علاوہ کسی اور کو پیچھے بیٹھ رہنے کی کسی حال میں

اجازت دیتے۔ جب جنگ فرض کفایہ ہو تو امام المسلمین کیلئے ضروری ہے کہ بلاد اسلامیہ کے حدود میں سے کسی سرحد کو خالی نہ رہنے دے اور مجاہدین کی اتنی جماعت وہاں تعینات رہے جو دشمن سے جنگ کیلئے کافی ہو، کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اس فریضہ کو انجام دیں تو باقی اہل ایمان کے ذمہ سے یہ فرض ساقط ہوجائے۔

جنگ کے فرض عین ہونے کی صورت

اور اگر سرحد پر متعین مجاہدین کفار کے مقابلہ میں کمزور ہوں یا ان پر دشمن کے غالب آنے کا اندیشہ ہو تو ان کی حمایت میں ان مسلمانوں پر جنگ کرنا فرض ہوجائے گا جو ان سے قریب تر پیچھے آباد ہوں پھر جو ان سے قریب تر ہوں اور ان پر لازم ہوگا کہ اسلحہ اور سامان جنگ اور نقدی کی صورت میں مجاہدین کی مدد کریں کیونکہ ہم ذکر کرچکے ہیں کہ فرض کفایہ درحقیقت جنگ کی اہلیت رکھنے والے تمام مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے لیکن بعض افراد کے ذریعے سے اس فریضہ میں کفیات حاصل ہوجانے کے بعد باقی مسلمانوں کے ذمہ فرض باقی نہیں رہ جاتا لیکن اگر صورت ایسی پیش آجائے کہ بعض کے ذریعہ کفایت حاصل نہیں ہوتی تو پھر کسی کے ذمہ سے بھی فرض ساقط نہیں ہوگا یعنی سب پر فرض عین ہوگا فرض کفایہ نہیں بنے گا۔ یہ فرض کفایہ یا فرض عین ہونے کا حکم اسی صورت میں تھا جب نفیر عام نہ ہو لیکن جب نفیر عام ہوجائے یعنی دشمن مسلمانوں کے کسی علاقے پر حملہ آور ہوجائے تو اسے نفیر عام کہاجاتا ہے اس صورت میں جنگ فرض عین ہوجاتی ہے ہے یعنی مسلمانوں کے ایک ایک فرد پر جو جنگ کرنے کی قدرت رکھتا ہے جنگ کرنا فرض ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "نکلو خواہ تم ہلکے ہو یا بھاری ہو" کہاجاتا ہے کہ یہ حکم نفیر عام ہی کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا دوسرا فرمان: "جائز نہیں اہل مدینہ کے لئے اور ان دیہات والوں کے لئے جو اہل مدینہ کے ارد گرد آباد ہیں کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہیں اور یا اپنی جان کو اس کی جان سے پیارا جانیں" یہ فرمان بھی نفیر عام ہی کے بارے میں ہے اور فرض عین ہونا تو درحقیقت پہلے ہی سے ثابت ہے خواہ نفیر عام نہ بھی ہو کیونکہ بعض افراد کے اس فرض کے لئے کافی ہوجانے کی صورت میں باقی افراد کے ذمہ سے فرض کے ساقط ہونے کی گنجائش ہے۔ لیکن جب نفیر عام ہوجائے تو تمام اہل ایمان کے نکلے بغیر فریضہ کی بجا آوری ممکن نہیں لہذا اب یہ فریضہ نماز روزے کی طرح فرض عین ہی رہے گا۔ اب یہ فرض کفایہ نہیں بن سکے گا چنانچہ غلام آقا کی اجازت کے بغیر اور عورت خاوند کی اجازت کے بغیر جنگ کے لئے نکلے گی کیونکہ جس طرح نماز روزے میں ہے اسی طرح تمام فرض عین عبادات میں غلام اور عورت پر آقا اور خاوند کا حق اثر

انداز نہیں ہوتا اسی طرح بیٹے کیلئے جائز ہے کہ والدین کی اجازت کے بغیر میدان جنگ میں نکلے کیونکہ جس طرح نماز اور روزے میں ہے اسی طرح دیگر عینی فرائض میں بھی ماں باپ کا حق نہیں چلتا" بدائع الصنائع کی اس عبارت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ فرض کفایہ در حقیقت اپنی ابتدائی صورت میں فرض عین ہی ہوتا ہے یعنی اس میں بھی امت کا ہر ہر فرد مخاطب ہوتا ہے اور جب تک اس فرض کو بجا لانے کیلئے اتنے افراد میدان عمل میں نہیں آجاتے جو اس فرایض کو سرانجام دینے کیلئے کافی ہوں تب تک یہ فریضہ فرض عین ہی رہے فرض کفایہ نہیں بن سکے گا۔، فرض کفایہ اس وقت بنے گا جب اس کو کرنے کیلئے اتنے لوگ مہیا ہو جائیں جتنے اس فرض کو پورا کر لینے کیلئے کافی ہوں جب تک اپنے افراد مہیا نہیں ہو پاتے تب تک وہ فرض عین ہی رہے گا فرض کفایہ نہیں بنے گا اور اس پر فرض عین ہی کے احکام جاری ہوں گے۔ موجودہ صورت حال جو پوری امت مسلمہ کو درپیش ہے اس سنگین ترین صورت حال میں جنگ کے فرض عین سے فرض کفایہ بننے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ پوری اسلامی دنیا میں جہاں جہاں مسلمانوں پر ظلم ہورہا ہے وہاں ہر محاذ پر مجاہدین کی اتنی بڑی جماعت میدان جنگ میں پہنچ کر دشمن کے خاف شریک جنگ ہوجائے جو اس محاذ کو فتح کر لینے کے لئے کافی ہو۔ جب ہر ہر محاذ پر اتنی مقدار میں اتنی بڑی تعداد میں مجاہدین میدان جنگ میں اتر جائیں گے تو چونکہ ایسی صورت میں وہ پوری امت مسلمہ کی طرف سے ادائے فرض کےلئے کافی ہونگے لہذا باقی امت پر اب جنگ مین شریک ہونا فرض عین نہیں رہے گا کیونکہ ان کی ادائے فرض کا تسلی بخش انتظام ہو گیا ہے اس لئے اب یہ فرض اس کے بعد فرض کفایہ ہوجائے گا لیکن موجودہ صورت حال یہ ہے کہ کافر طاقتیں درجنوں محاذوں سے پوری امت پر بلا استثناء حملہ آور ہیں اور ان کا حملہ بھی انتہائی تباہ کن اور ہلاکت خیز ہے جبکہ ان کا مقابلہ کرنے اور امت مسلمہ کا دفاع کرنے کیلئے ابھی امت کے اتنے افراد بھی میدان میں نہیں آسکے جو کسی ایک محاذ ہی کےلئے کافی ہو سکیں جب کہ محاذ جنگ درجنوں ہیں لہذا بصورت موجودہ امت مسلمہ کے ہر ہر فرد پر جنگ فرض عین ہے۔ صاحب ہدیہ نے امام محمد کا قول نقل کیا ہے جو اس مفہوم میں مختصر ہونے کے باوجود نہایت جامع ہے۔ فرماتے ہیں:

"وقال فی الجامع الصغیر الجهاد واجب الاان المسلمین فی سعة حتے یحتاج الیهم(بدائع الصنائع،ج:۷،ص:۹۸)

(اور امام محمد جامع صغیر میں فرماتے ہیں جنگ کرنا فرض ہے لیکن اس میں مسلمانوں کے لئے ایک گنجائش موجود ہے جب تک اس بارے میں ان کی ضرورت نہیں پڑتی۔)

صاحب ہدایہ امام محمد کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس قول کے شروع حصہ میں فرض کفایہ ہونے کی طرف اشارہ ہےاور آخری حصہ میں نفیر عام کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نفیر عام کی صورت میں جب تک سبھی لوگ اس فریضہ کو نہ بجالائیں مقصد حاصل نہیں ہوتا لہذا جنگ میں شریک ہونا فرض عین ہوجائے گا۔

صاحب ہدایہ کی تشریح بجا اور درست لیکن امام محمد کا یہ مختصر قول اتنا بلیغ ہے کہ نصوص قرآنی جو صرف فرض عین ہی کا تاثر دیتی ہیں اور سیرت نبوی ﷺ جو فرض عین اور فرض کفایہ کا عملی نقشہ ہے امام محمد کا یہ قول دونوں کے مشترک مفہوم کی جامع ترین تعبیر ہے۔ امام محمد کے اس قول میں دیگر فقہاء کی مانند فرض کی دو الگ الگ قسمیں بیان نہیں کی گئیں بلکہ جنگ کا مطلق فرض ہونا بتایا ہے اور اس کے بعد اس فرض کو بجالانے کے طریقہ کار کی وضاحت فرمادی کہ ضرورت پیش آنے سے پہلے محاذ جنگ پر نہ جانے کی گنجائش ہے۔ اس گنجائش کی حالت ہی کو فقہاء نے فرض کفایہ سے تعبیر فرمایا ہے لیکن امام محمد کے احتیاط کا کمال یہ ہے کہ نصوص قرآنی میں چونکہ عموم ہے کہیں کوئی قید شرط یا استثناء وغیرہ نہیں ہے اور اگر کہیں ہے تو وہ آیات فرضیت جنگ سے پہلے کی ہیں لہذا انہوں نے فرضیت جنگ کے عموم پر آنچ نہیں آنے دی البتہ فرض کے بجالانے والوں کیلئے گنجائش کاذکر کیا کہ اس فرض کو بجالانے میں اس وقت تک تاخیر کرنا ان کیلئے جائز ہے جب ان کی ضرورت پڑے گویا جنگ ہر حال میں فرض ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس فرض کو بجالانے کی ضرورت ہر شخص پر ہر وقت عائد ہو اگر ہم چاہیں توکہہ سکتے ہیں کہ امام محمد کی تعبیر سے جنگ کا صرف فرض عین ہونا ہی معلوم ہوتا ہے جس کے دو درجے ہیں پہلا درجہ جب فوری ضرورت نہیں اس درجہ میں فرض کے بجالانے میں تاخیر کی گنجائش ہے یعنی آپ فی الحال محاذ جنگ پر نہ جائیں تو آپ پر کوئی الزام نہیں لیکن آمادہ جنگ رہیں کیونکہ یہ آپ پر فرض ہے۔ حدیث میں ہے:

من لم يغز ولم يحدث بدنفسه مات على شعبة من النفاق

(جس نے کبھی جنگ نہیں کی اور نہ اپنے دل میں کبھی جنگ کی بات کی تو اس کی موت ایک طرح کی منافقت پر ہوگی)

دل میں بات کے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عملاً محاذ جنگ پر ابھی اس کی ضرورت نہیں پڑی لیکن یہ اپنا فرض بجالانے کیلئے دل وجان سے آمادہ اور جنگ کی تیاری میں مصروف رہتا ہے کہ نہ جانے کب ضرورت پڑجائے۔

فرض عین کا دوسرا درجہ وہ ہے جب ضرورت پیش آ گئی اسی کو نفیر عام کہتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دشمن جس علاقے یا شہر پر حملہ آور ہوا ہے وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ فرد فرد میدان جنگ میں اتر جائے حتےٰ کہ عورتیں بھی خواہ انہیں اپنے خاوندوں کی اجازت کے بغیر ہی کیوں نہ نکلنا پڑے دوسری صورت یہ ہے جہاں دشمن حملہ آور ہے وہاں کے لوگ مقابلہ میں کمزور ہیں لہذا ان مسلمانوں پر جو ان کے پیچھے آباد ہیں ہر ہر فرد پر یہ فرض ہو جائے گا کہ وہ اپنے بھائیوں کی حمایت میں میدان جنگ میں نکل آئے لیکن اگر عورتوں کے بغیر ضرورت پوری ہو جائے تو عورتوں کو نکلنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خلاصہ بحث

اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ جنگ کے فرض عین یا فرض کفایہ ہونے کا دارومدار پیش آمدہ حالات پر ہے اور حالات کی کیفیت کو کسی حال میں بھی کسی ایک ضابطہ کا پابند بنایا جانا کسی کے بس کی بات نہیں ہے حالات کا انداز ہر لمحے دگرگوں ہے اور ایک چیز جس پر حالات کی ناسازگی کا دارومدار ہے وہ ہر وقت قائم ہے اور وہ بقول علامہ اقبال مرحوم:

ازل سے ستیزہ کار ہے چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

یعنی کفر اسلام کے خلاف ہر لمحہ آمادہ یلغار ہے اس بارے میں وہ کسی رعایت نرمی اور مہلت کا روادار نہیں ہے جونہی کسی محاذ پر اہل ایمان نے سستی دکھائی کفر داؤ لگانے سے نہی چوکتا، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

کیف وان یظھروا علیکم لایرقبوا فیکم الا ولا ذمۃ یرضونکم بافواھھم وتابی قلوبھم واکثرھم فاسقون(سورۃ توبہ :۸)

(کافروں سے امن و صلح کا معاہدہ کیسے جائز ہو سکتا ہے جبکہ ان کی سیرت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو نہ کسی تعلق داری کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد معاہدے کا تمہیں صرف باتوں سے خوش کرتے ہیں اندر سے دل نہیں مانتے اور ان کی اکثریت بدمعاشوں کی ہے۔)

اس لئے اہل کفر سے مصالحت کسی حال میں جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ وہ ماتحتی قبول کر کے رہنے پر تیار ہو جائیں۔ لہذا ایسی صورت عملاً کبھی نہیں آئے گی کہ تمام اسلامی سرحدوں پر صورت حال کشیدہ نہ ہو یعنی جب حالات بالکل نارمل اور پر امن ہوں لیکن اگر حالات نارمل نہ ہوں تو پھر بتائیے بھلا

کشیدگی کی کیفیت کیا ہوگی۔ اس لئے ہر فرد ملت کو ہر حال میں اپنے آپ کو جنگ کیلئے تیار رکھنا فرض ہے تاکہ بوقت ضرورت فوری بلاوے پر نکلنے کیلئے تیار ہو اور یہی امام محمد کے قول کا مفہوم ومدعا ہے۔

گویا امت مسلمہ کو ہر حال میں ایک طرح کی ہنگامی صورت حال سے واسطہ درپیش ہے، البتہ اس ہنگامی صورت حال میں کبھی شدت پیدا ہوجائے گی اور کبھی نرمی آجائے گی۔

نرمی کی مثال ایسی ہے جیسے بنوامیہ کا دور جب کفار اپنے اپنے حدود میں سمٹے سہمے بیٹھے ہیں کہ کہیں اہل ایمان کا قدم ہماری طرف نہ اٹھ جائے، ایسی صورت حال میں امت مسلمہ پر عملاً محاذ جنگ پر پہنچنا فرض کفایہ ہے کیونکہ ان ڈرے سہمے کافروں پر غلبہ پانے کیلئے مسلمانوں کا ایک گروہ کافی ہے لہذا اگر اتنا بڑا گروہ محاذ جنگ پر فراہم ہوجائے جو کافی ہو تو اس طرح کی صورت حال میں باقی افراد امت کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہوجائے گا۔ اس ہنگامی صورت حال میں شدت کی مثال ایسی ہے جیسے خلافت بنوعباس میں متوکل کے بعد کا دور جس میں قرامطہ، فاطمی، بنوبویہ وغیرہ۔ بادشاہوں کا فساد انگیز اور بھیانک کردار جس کے نتیجہ میں مصر، فلسطین اور شام پر عیسائیوں کی یلغار اور اٹلی سسلی پر اہل یورپ کی جارحیت جو طول پکڑتی چلی گئی اور آئے دن مسلمانوں پر قیامت ٹوٹتی رہی حتی کہ حج بیت اللہ جیسا فریضہ موقوف ہو کے رہ گیا، صورت حال بگڑتی ہی چلی گئی آخر کار منتج ہوئی اندلس کے زوال اور سقوط بغداد پر۔

ایسی صورت میں جنگ فرض کفایہ نہیں رہتی بلکہ فرض عین ہوجاتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ صورت حال میں جب کہ جنگ فرض عین ہوچکی تھی نورالدین زنگی رحمہ اللہ اور صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ اور ان کے جانشینوں نے فریضہ قتال کے بجالانے میں وہ قابل فخر کارنامے انجام دیئے جن کی مثال بعد کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی لیکن ان کے یہ کارنامے فرض کفایہ کی حیثیت رکھتے ہیں جس کو بجا لاکر وہ سرخرو ہوئے لیکن اس وقت جنگ فرض عین ہوچکی تھی فرض کفایہ نہیں تھی وہ بجاطور پر اپنا فرض کمال طریقہ پر ادا کرگئے لیکن اب صورت حال یہ تھی کہ ان کے ادا کردینے سے ان کے ذمہ کا فرض تو ادا ہوگیا باقی امت کے ذمہ تو فرض جوں کا توں باقی رہا کیونکہ اب جنگ امت کے فرد فرد پر فرض تھی وہ فرض کفایہ نہیں تھی چنانچہ ایوبی غازیوں نے جب اپنے ذمہ کے فرض سے عہدہ برا ہوتے ہوئے صلیبی سیلاب کے آگے بند باندھ دیا تو دوسری طرف سے تاتاری طوفان منڈلانے لگا کیونکہ جب امت کی طرف سے اس اہم ترین فریضہ کو فرض عین ہوتے ہوئے بھی مسلسل نظر انداز کیا جاتا رہا تو آخر ایک دن وہ آنا تھا جب تقدیر کی سزا کا کوڑا لہرائے اور پوری امت کو سامان عبرت بنا کے رکھ دے چنانچہ یونہی ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک تاتاری عورت مسلمان جوانمرد کو گریبان سے پکڑے گھسیٹے لئے جاری ہے کہ میں گھر سے

تلوار لے کر تجھے قتل کردوں گی اور وہ خوفزدہ سہما ہوا اس عورت کے ساتھ چل رہا ہے۔ اگر اس مسلم نوجوان کو اپنے فریضہ کا شعور ہوتا تو یہ بھی شمشیر وسناں سے آشنا ہوتا پھر دیکھتے کہ عورت تو عورت کیا کسی سورما کی مجال تھی کہ اسے میلی آنکھ سے دیکھنے کی جسارت کرتا۔

تقدیر افراد سے اغماض تو کرلیتی ہے   کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

جب بنی اسرائیل کو سزادی گئی تو ہمیں عبرت کیلئے اس سزا کی روداد سنائی گئی اور بتایا گیا کہ:

"وبعثنا عليكم عبادالنااولى باس شديد(سورة بنى اسرائيل:٥)

(اور ہم نے ان پر اپنے کچھ ایسے بندے بھیجے جو نہایت سخت گیر اور ظالم تھے)

ٹھیک یہی حشر تاتاریوں کے ہاتھوں امت مسلمہ کا ہوا، یہ دور علمی ترقی کے عروج کا دور تھا تصنیفات کی بھرمار تھی لیکن بد قسمتی سے تاتاریوں کے ہاتھ میں قلم نہیں تھا تلوار تھی وہ قلم چلانا نہیں جانتے تھے سر قلم کرنا جانتے تھے ان کی تلوار نے سروں کے مینار کھڑے کردیئے۔ ہمارے محققین کے قلم نے کتابوں کے انبار لگا دیئے، قلم کے ناقدردانوں اور تلوار کے خوگروں نے کتابیں اٹھا اٹھا کر دجلہ میں پھینک دیں حتیٰ کہ دجلہ کا پانی کالاہو کر بہنے لگا اور دریا کے بہاؤ پر کتابوں کا پل بن گیا جس پر سے لوگ گزرا کریں گویا یہ بھی تقدیر کی طرف سے تازیانہ تنبیہ تھا کہ اے امت مسلمہ! تیرے یہ کمالات قلم کاری دریا پر پل بن جانے کے علاوہ اور کس کام آئے۔ جہاں تک دینی تعلیمات کا تعلق ہے وہ کتابوں کے اس طومار کی غرقابی کے بعد بھی کامل و مکمل ہیں تم نے اگر قلم کے ساتھ تلوار چلانا بھی اپنایا ہوتا یا قلم کی جگہ صرف تلوار ہی کو اپنایا ہوتا تو آج تمہارے سروں کے مینار تو نہ چنے جاتے۔

موجودہ صورت حال عہد تاتار سے کہیں زیادہ سنگین صورت حال ہے تاتاریوں کو خوارزم شاہ کی مسلسل احمقانہ کاروائیوں نے مشتعل کیا تھا ان کے ہاں کوئی باقاعدہ منصوبہ بندی نہ تھی لیکن ادھر امت مسلمہ اپنی ناقابل معافی غفلتوں کی بنا پر سزادیئے جانے کی سزاوار تھی لہذا تاتاری ایک سیلاب بلا اور طوفان ہلاکت خیز بن کر امڈے چلے آئے اور غفلت شعار امت کو ناداتی میں روندتے چلے گئے بعد میں جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو وہی تاتاری ہیں کہ اسلام کا علم لہراتے داعی حق بن کر میدان میں نظر آتے ہیں، لیکن موجودہ صورت حال یہ نہیں ہے بلکہ یہ صورت حال نہایت سنگین ترین صورت حال ہے جو ثمرہ ہے کافر دنیا کی بڑی جامع منصوبہ بندی صدیوں کے تجربات اور صدیوں کی جنگی تیاروں کا، موجودہ کافر دنیا تاتاریوں کی طرح بے خبر نہیں ہے بلکہ اسلام کی جزئیات تک سے آشنا ہے، مسلمانوں کی نفسیات سے واقف ہے مسلمانوں کی تاریخ سے واقف ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت سے باخبر

ہے۔ مسلمانوں کی جرات شجاعت اور جذبہ شہادت پر مطلع ہے، فنون جنگ میں ماہر ہے مکارانہ سیاست میں امام اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کے پروگرام پر مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک پوری دنیائے کفر بیک آواز ہے اس کے مقابلہ میں دنیائے اسلام ہے جو تاتار کے زمانے کی آزاد دنیا نہیں بلکہ کفار مغرب کی غلام دنیا اور یہ غلامی ہمہ جہت ہے ان کے جسم و جان پر کافر غالب ہیں ان کے ملکوں پر کافر غالب ہیں ان کے عقیدہ و خیال پر کافر غالب ہیں ان کے دل و دماغ پر کافر غالب ہیں ان کی سیاست واقتصادیات پر کافر غالب ہیں ان کے اخلاق ومعاشرت پر کافر غالب ہیں ان کے تعلیم وثقافت پر کافر غالب ہیں۔ گویا کافر دنیا نے مسلم دنیا کو ہر اعتبار سے غلامی کے شکنجوں میں جکڑا ہوا ہے۔

امت مسلمہ فنون جنگ سے ناواقف ہے وسائل جنگ سے تہی دست ہے، علم و تحقیق اور تقوے و توکل سے بے بہرہ ہے۔ مکارانہ سیاست کے جوڑ توڑ سے بے خبر ہے بین الاقوامی بندھنوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اقتصادی چنگل میں پھنسی ہوئی یعنی ہر پہلو سے مجبوریاں ہی مجبوریاں ہیں، لیکن کافر پوری طرح آزاد مسلح تیار چاق وچوبند غالب اور مسلمان کو مٹاڈالنے کا عزم لئے ہوئے ہے۔ مسلمان کے پاس دفاع کی صلاحیت نہیں سکت نہیں، تیار نہیں آزادی نہیں سب سے بڑی بات یہ کہ احساس نہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتارہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتارہا۔